# قبائل یہود کی مدینہ سے جلاوطنی
## (مستشرقین کے نقطہ نظر کا تجزیہ)

مدثر حسین سیان*

مدینہ منورہ میں نبی مہربان ﷺ کو جن نئے مخالفین کے ساتھ واسطہ پڑا ان میں سرفہرست یہود تھے، اگرچہ ان کی کتب تحریف شدہ تھیں، لیکن اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں اور ان میں کئی چیزیں مشترک بھی تھیں۔ وہ تصور توحید اور سلسلہ نبوت سے آشنا تھے، اخروی زندگی اور ثواب وعذاب کو بھی تسلیم کرتے تھے۔

حضور ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں کو دعوت حق دینے کا فریضہ بھی ادا کیا۔ کئی ایسی تدابیر بھی کیں کہ مسلمان اور یہودی اپنے اپنے ادیان پر قائم رہتے ہوئے مدینہ کی سرزمین پر امن وسلامتی سے رہیں۔ حضور ﷺ کا رویہ ان کے ساتھ انتہائی مشفقانہ تھا اور جن امور شریعت کے بارے میں حضور ﷺ کو وحی کے ذریعے ہدایات نہیں ملتی تھیں۔ ان میں آپ ﷺ سابقہ شریعتوں پر عمل کرتے، مثلاً یوم عاشور کا روزہ اور بیت المقدس کو قبلہ بنانا ایسی چیزیں تھیں، جو مسلمانوں اور یہودیوں کو قریب لانے میں معاون ثابت ہوسکتی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ اہل کتاب کو ان الفاظ میں توحید کی دعوت دیں، جو دونوں اقوام میں مشترکہ ہیں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (۱)

علاوہ ازیں یہ حکم بھی ملا:

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ (۲)

حضور ﷺ نے انہی ہدایت الٰہیہ کے مطابق یہودیوں کے ساتھ انتہائی کریمانہ سلوک کیا، آپ ﷺ نے ان کو قبول اسلام کی دعوت ضرور دی، کہ یہ آپ ﷺ کا فرض منصبی تھا، لیکن آپ ﷺ نے ان کو اپنا آبائی دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ نے ایسے انتظامات کئے کہ مسلمان اور یہودی پرامن بقائے باہمی کے اصول

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ، لاہور، پاکستان۔

پر ایک ساتھ رہ سکیں۔

Stanley Lane-Poole(1854ء-1931ء) اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ''محمد ﷺ کا رویہ یہود کے ساتھ انتہائی شفیقانہ تھا اور انہیں بلا روک ٹوک اپنے مذہب اور عقائد پر عمل کرنے کی اجازت تھی''۔

"Mohammad, indeed, treated them kinldy so long as kindness was so possible...They were to practice their several religions unmolested: Protection and security were promised to all the parties to the treaty, irrespective of creed". (3)

حضور ﷺ نے میثاق مدینہ کے ذریعے مدینہ میں رہنے والی تمام اقوام کو ایک دستور کا پابند بنایا، جسے میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔حضور ﷺ نے اس میثاق کے ذریعے ریاست مدینہ کے تمام شہریوں کے حقوق و فرائض کا تعین کیا تھا اور ان کی حفاظت کی ضمانت بھی دی تھی۔ اس معاہدے کی مندرجہ ذیل شقیں مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی تعلقات کو ظاہر کرتی ہیں۔

۱۔ اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔

۲۔ اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۳۔ اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ، ایک سیاسی وحدت (یا امت) تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین، موالی ہوں کہ اصل، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۴۔ اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور جو خونریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہوگا ورنہ ظلم ہوگا اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفا شعارانہ تعمیل کرے۔

۵۔ اور یہودیوں پر ان کے خرچ کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے خرچ کا۔

۶۔ اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی اور ان میں باہم حسن مشورہ اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔

۷۔ اور یہودی اس وقت تک مؤمنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے، جب تک کہ وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۸۔ اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو، جس سے فساد کا ڈر ہو تو اسے خدا کے رسول ﷺ سے رجوع کیا جائے۔

۹۔ اور قریش کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ اس کو، جو انہیں مدد دے۔

۱۰۔ اور ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہمی مدد دہی ہوگی، اگر کوئی یثرب پر ٹوٹ پڑے۔

۱۱۔ اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے۔

۱۲۔ اور یہ کہ حکمنامہ کسی ظالم یا عہد شکنی کے آڑے نہ آئے گا اور جو جنگ کو نکلے تو بھی امن کا مستحق ہوگا اور جو مدینے میں بیٹھ رہے تو بھی امن کا مستحق ہوگا ورنہ ظلم اور عہد شکنی ہوگی۔ (۴)

میثاق مدینہ ذریعے کے امن اور سلامتی کے حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے، نیز میثاق کو مدینہ میں مقیم تمام عناصر نے خوش دلی سے قبول کیا۔ یہودیوں کو بھی اس کی دستاویز پر کوئی اعتراض نہ تھا، کیونکہ اس کی کوئی شق ان کے مفادات کے خلاف نہ تھی، ابتدا میں یہودیوں نے کچھ عرصہ کے لئے اس کی پابندی بھی کی، لیکن بنو اسماعیل میں ایک نبی کے ظہور پر ان کے دلوں میں جو نفرت اور کدورت پیدا ہو چکی تھی، وہ زیادہ عرصہ چھپی نہ رہ سکی خصوصاً قبلہ کی تبدیلی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ نیز جب قرآن نے یہودیوں کی گمراہیوں اور بے اعتدالیوں پر تنبیہ کی، تو ان کے رویے میں بھی تبدیلی آنے لگی اور انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سازشوں کے جال بننے شروع کر دیئے، میثاق مدینہ کو بھی پس پشت ڈال دیا اور کفار کے ساتھ مل کر شہر مدینہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔

حضور ﷺ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ﷺ میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرنے والوں سے باز پرس نہ کرتے، کیونکہ مدینہ کے امن کا انحصار میثاق مدینہ پر عمل داری میں تھا۔ یہود کی یہ کاروائیاں معاہدے کے خلاف ورزی اور ریاست سے بغاوت کے زمرے میں آتی تھیں، اس لئے ان سرگرمیوں کو برداشت کرنا ریاست کے امن کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

یہودیوں نے اپنے تمام وسائل کو مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لئے استعمال کیا، شاعری کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا، حضور ﷺ نے ایسے افراد اور قبائل کے خلاف تادیبی کاروائی کی، جو عہد شکنی اور ریاست سے بغاوت کے جرم کے مرتکب ہوئے، چنانچہ کچھ افراد قتل ہوئے اور بعض قبائل کو مدینہ سے جلا وطن کیا گیا اور بنو قریظہ کو ان کی غداری کے جرم میں سزا سنائی گئی۔

مستشرقین اس قسم کی تمام کاروائیوں کو ظلم اور بربریت قرار دیتے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں، کہ جن لوگوں کو قتل کیا گیا ان کا اس کے سوا کوئی قصور نہ تھا، کہ وہ نبی مہربان ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتے تھے، ان

کے خیال میں بنوقینقاع اور بنونظیر کے جرم انتہائی معمولی تھے اور بنوقریظہ کے مردوں کا قتل انتہائی سفاکانہ عمل ہے۔

مستشرقین نے ان تادیبی کاروائیوں کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ناروا اعتراضات کئے اور یہ الزام لگایا کہ محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو خفیہ طریقوں سے یہودیوں کے قتل عام کی اجازت دے رکھی تھی۔

G.M Drycott لکھتا ہے: ''بنوقینقاع کو نکالنے کے لئے محمد ﷺ نے جو وجہ بتائی وہ محض گھڑا ہوا افسانہ ہے''۔

"The story of a Jew's insult to muslim girl and its avenging by one of her co-religious is probably only a fiction to explain Mahomet's aggression against this tribe". (5)

Canon Sell لکھتا ہے: ''یہودی مشکل میں تھے، کیونکہ آپ ﷺ اپنے دشمنوں کو مدینہ سے نکالنا چاہتے تھے''۔

"The Jews were now in some straits. Muhammad lost no opportunity of getting hold of their posessions". (6)

مزید لکھتا ہے: ''آپ ﷺ نے ارادتاً یہودیوں کے مضبوط قلعوں کے خلاف باری باری کاروائی کی اور اپنی ناپسندیدہ نسل کو مدینہ اور قرب وجوار سے نکال باہر کیا''۔

"He set himself deliberately to back up their stronghold one by one, and did not swear from His purpose until the whole of the hated race had been removed either by slaughter or by enforced exile from the precinets of his adopted city". (7)

E. Royston Pike کا خیال ہے: ''مدینہ سے یہودیوں کو نکالنے کا نبی کریم ﷺ کا فیصلہ (نعوذ باللہ) شرمناک ہے''۔

"The shamefull verdict was approved by the Prophet". (8)

مزید لکھتا ہے: ''(نعوذ باللہ) نبی ﷺ بعض اوقات ظالم بن جاتے تھے چنانچہ آپؐ نے بنوقریظہ کے قتل عام کا حکم دیا''۔

"He was cruel sometimes, as when he sanctioned the masscre of the jews of Kraiza". (9)

P De Lacy John Stone لکھتا ہے: ''ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے آپ ﷺ کے اس ظالمانہ فعل کی مذمت کی جاسکے''۔

"No words can fittingly condemn the bloody cruelty of this masscre".(10)

عصر حاضر کا ایک اور مستشرق Barnaby Rogerson بنوقریظہ کے قتل کے حوالے سے لکھتا ہے: ''اس سفاکانہ اقدام نے پورے عرب میں خوف کی لہر سی پھیلا دی تھی''۔

"The Brutality of this act sent shock waves through out Arabia".(11)

مندرجہ بالا اقتباسات سے مستشرقین کی اس ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ روایتی انداز میں واقعات کو سطحی حیثیت سے دیکھ کر نبی مہربان ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہودیوں کو جان بوجھ کر اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لئے مدینہ سے نکالا، بنوقریظہ کا قتل عام آپ ﷺ کے تشدد پسند ہونے کی عکاسی کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی مہربان ﷺ نے اہل مدینہ اور یہودیوں کے ساتھ کئے گئے تمام معاہدات کی پابندی کی اور حتیٰ المقدور، رواداری، صبر وتحمل اور درگزر سے کام لیا، جن لوگوں کے خلاف تادیبی کاروائی کی گئی، وہ ان کے جرائم کی سنگینی اور عہد شکنی کیوجہ سے ہوئی یہود کے جن قبائل اور سرداروں کے خلاف کاروائی کی گئی۔ ان واقعات کی تفصیل اور وجوہات درج ذیل ہیں۔

بنو قینقاع کا انخلاء:

میثاق مدینہ میں تین قبائل نمایاں تھے، بنوقینقاع، بنونظیر اور بنوقریظہ، آپ ﷺ نے یہود سے اس بات پر معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے، کوئی دشمن نبی مہربان ﷺ پر حملہ آور ہوگا، تو وہ آپ کی نصرت کریں گے۔ لیکن جنگ بدر کے بعد بنوقینقاع نے اعلانیہ کہنا شروع کر دیا، کہ اب ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا کوئی معاہدہ باقی نہیں رہا۔ اب ہم اس سابقہ معاہدے کے پابند نہیں ہیں، یہ صورتحال مدینہ منورہ کے لئے نامناسب تھی، حضور ﷺ حالات کو سنبھالنے کے لئے بنوقینقاع کے بازار تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے انہیں نرمی سے سمجھایا کہ وہ اپنی حرکتوں پر نادم ہوں اور ان سے باز آ جائیں، حضور ﷺ کی اس شیریں گفتگو کا جواب انہوں نے یہ کہہ کر دیا:

''آپ ہمیں اہل مکہ کی طرح نہ سمجھیں جنہیں فن حرب کا کچھ علم نہیں تھا۔ ہم سے مقابلہ کریں گے، تو آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں''۔

"یا محمد ﷺ ! انك ترى انا مثل قومك۔ لا يغرّنك انك لقيت قوماً لاعلم لهم بالحرب فاصبت منهم فرصة وانا والله لئن حاربتنا لتعلمن انا نحن الناس۔ (۱۲)

بنوقینقاع کی طرف سے واضح اعلان جنگ تھا،لیکن حضورﷺ نے حالات کو بگاڑنا مناسب نہ سمجھا اورآپؐ خاموشی سے واپس تشریف لے گئے۔شاید انہوں نے حضورﷺ کے اس رویے کو کمزوری سمجھا اورشرارتوں، خباثتوں اورلڑنے بھڑنے کی حرکتوں میں وسعت اختیار کر لی۔ چنانچہ جو مسلمان ان کے بازار میں جاتا، اس سے مذاق و استہزاء کرتے،اسے اذیت پہنچاتے حتیٰ کہ مسلمان خواتین سے بھی نازیبا اورناروا سلوک کرتے۔(۱۳)

''ایک بار ایک مسلمان عورت ان کے بازار میں کوئی چیز فروخت کرنے ایک سنار کی دوکان پر آئی، دوکاندار نے اس کا چہرہ بے نقاب کرنا چاہا،عورت نے انکار کر دیا، سنار نے چپکے سے اسکے کپڑوں کو کہیں اٹکا دیا، جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کا ستر کھل گیا وہاں موجود یہودی خوب ہنسے،عورت کے شور مچانے پر قریب موجود ایک مسلمان نے اس سنار کو قتل کر دیا، یہودیوں نے جواباً حملہ کر کے اس مسلمان کو شہید کر دیا، اس مسلمان کے اقربا کی فریاد پر بہت سے مسلمان اکھٹے ہو گئے اور جنگ کا ماحول بن گیا۔(۱۴)

جب صورتحال زیادہ سنگین ہو گئی،تو رسول اللہﷺ نے انھیں جمع کر کے وعظ ونصیحت فرمائی اور رشد و ہدایت کی دعوت دیتے ہوئےظلم وبغاوت کے انجام سے ڈرایا،مگراس سے ان کی سرکشی اورغرور میں مزید اضافہ ہو گیا۔(۱۵)

حلبی کہتے ہیں کہ(اس بارے میں ) آپﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

**وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ۔ (۱۶)**

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہﷺ ان کی طرف گئے اور پندرہ شب ان کا محاصرہ کیا،اس دوران انکا کوئی شخص مقابلہ پر نہ نکلا، پھررسول اللہﷺ کے حکم پر ہتھیار ڈال کر خود کو آپﷺ کے حوالے کر دیا،ان سب کی مشکیں کس دی گئیں،آپﷺ انھیں قتل کرنا چاہتے تھے،مگر(ان کے حلیف)عبداللہ ابن ابی (منافق) نے آپؐ نے انکی سفارش کی، رسول اللہﷺ نے فرمایا اچھا میں نے انھیں تمہاری خاطر چھوڑا، پھررسول اللہﷺ نے انھیں جلاوطن کر دیا اوران کی املاک کومسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا۔(۱۷)

ڈاکٹر حمیداللہ(۱۹۰۸ء-۲۰۰۲ء)اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اتنا معلوم ہوا ہے کہ ۳ھ کے وسط میں ان یہودیوں نے جاہلیت کی بعض گندی عادتوں کے تحت ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کی،جس پر کچھ کشت وخون ہوا، رسول اکرمﷺ کی سیاست یہ تھی کہ ہر چیز پر تبلیغ کو مقدم رکھتے، چنانچہ اس عہد شکنی اور فساد کے سلسلے میں بھی آپﷺ نے ان کے پاس جا کر انھیں اسلام لانے کی دعوت دی۔ انہوں نے ایسا جواب دیا کہ بات بڑھ گئی اور

مسلمانوں نے ان کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کی غیر مشروط اطاعت پر بروایت ابن النعیم انھیں تبلیغ اسلام فرمائی، جب نہ مانے تو یہ منظور فرمایا کہ یہ لوگ اپنی غیر منقولہ جائیداد بیچ کر اور منقولہ جائیداد ساتھ لے کر تین دن کے اندر مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں، مگر ہتھیار ضبط کر لئے گئے"۔(۱۸)

ہندو مصنف لکشمن مہاراج اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"یہودیوں کی استبداد نوازیوں اور سرکشیوں کو دیکھ کر عامۃ الناس کو پورا یقین تھا کہ اب ان تشنگان خون فرزندان توحید کو آب خنجر سے ہی سیراب کیا جائے گا، لیکن دنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی جب مجسمہ رحم و کرم، ہمدرد بنی نوع انسان حضرت محمد ﷺ نے عبداللہ بن ابی سردار منافقین کی سفارش پر ان تمام اسیران جنگ کو صرف ملک بدر کر دینا ہی کافی سمجھا"۔(۱۹)

کیرن آرام سڑانگ لکھتی ہیں:

"محمد ﷺ کی بنو قینقاع سے ذاتی دشمنی نہیں تھی اور نہ کوئی ایسی خواہش رکھتے تھے کہ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے بلکہ مخالفت سیاسی نوعیت کی تھی"۔

"Muhammad had no such fears or fantasies: he had no desire to make medina Judenrein, His quarrel with Qayunqa was a purely political and was never extended to those smaller jewish clans in Madina who remained true to the convent and lived side by side with the muslim in peace". (20)

عصر حاضر کی متمدن دنیا کے قوانین کے مطابق بھی جنگ کی دھمکی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اقوام متحدہ کے منشور میں ہے:

"تمام رکن ریاستوں پر لازم ہے کہ وہ بین الاقوامی تعلقات میں دوسری ریاستوں کی سالمیت اور خود مختاری کے خلاف، اقوام متحدہ کے مقاصد سے متصادم کسی طریقے سے، طاقت کے استعمال یا اس کی دھمکی سے گریز کریں"۔

All members shall refrain in their international relation from the threat or use of force against the territorial integrity or political independence of any state, or in any other manner inconsistent with the purposes of the United Nations". (21)

حقیقت یہ ہے کہ بنوقینقاع کو ملنے والی سزا، اُن کے جرائم کی شدت کے مقابلے میں انتہائی کم تھی۔ اگر اُن کا واسطہ کسی دنیا دار سربراہِ ریاست سے ہوتا تو انجام بڑا دردناک ہوتا۔ اُن کا واسطہ تو محبوب خدا سے تھا، جو رحمت للعالمین ہیں۔ جنہوں نے باوجود اس سنگین جرم کے تجارت کے لئے مدینہ آنے کی اجازت دی۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ''وقت رخصت رسول اللہ ﷺ نے یہود کو اجازت دی، کہ وہ اپنے کاروبار کے سلسلے میں جب چاہے مدینہ آ سکتے ہیں۔ مگر اس شرط پر کہ اُن کا قیام تین دن سے زیادہ نہیں ہوگا''۔ (۲۲)

بنونضیر کا اخراج:

اس قبیلے کے انخلا کا فوری سبب یہ ہوا کہ عمرو بن امیہ الضمری نامی ایک مسلمان نے (لاعلمی میں) بنو عامر کے دو افراد کو قتل کر دیا، جو آنخضرت ﷺ کے کسی معاہدہ امن میں شامل تھے، چنانچہ آپ ﷺ کو ان کی دیت کی فکر ہوئی، اس غرض سے آپ ﷺ بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی بات سن کر بنونضیر نے کہا ہاں ابو القاسم ہم اس تعاون کے لئے (حسب معاہدہ) بالکل تیار ہیں۔ مگر وہ چپکے چپکے باہم سرگوشیاں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ نبی مہربان ﷺ کو ہلاک کرنے کا آج سے بہتر موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ آنخضرت ﷺ اس وقت انکے مکانات کی ایک دیوار کے سائے تشریف فرما تھے۔ لہٰذا کوئی شخص اس مکان کی چھت پر سے ایک بڑا پتھر آپ ﷺ پر پھینک دے اور آپ ﷺ کو قتل کر کے ہمیں ہمیشہ کے لئے راحت دے۔ ان کے ایک شخص عمرو بن حجاش نے خود کو اس کام کے لئے پیش کیا اور آپ ﷺ پر پتھر گرانے کے لئے اس مکان پر چڑھا۔ (۲۳)

ایک یہودی سردار سلام بن مشکم نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا ایسا مت کرنا انہیں خبر ہو جائے گی، یہ بدعہدی ہے کیونکہ ہمارا اُن کے ساتھ معاہدہ موجود ہے۔ (**لاتفعلوا۔۔۔انه لنقض للعهد الذی بیننا و بینه**) آنخضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ جن میں ابو بکرؓ و عمرؓ و علیؓ بھی تھے، دیوار کے نیچے تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کو دشمنوں کے اس منصوبے کی خبر ملی آپ ﷺ فوراً اٹھ کر سیدھے مدینہ آئے۔ کچھ دیر انتظار کے بعد صحابہ بھی آپ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں بتایا کہ یہودی میرے ساتھ یہ بدعہدی کرنے والے تھے، پھر آپ ﷺ نے انھیں جنگ کی تیاری کا حکم دیا (۲۴) اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہودی آپ ﷺ کے مقابلے میں قلعہ بند ہو گئے، آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کے ذریعے ان کو پیغام بھیجا کہ تم نے میرے ساتھ بے وفائی کرنا چاہا تھا، لہٰذا اب میرے علاقے سے نکل جاؤ، میرے قریب نہ رہو۔ بنونضیر کے سردار حی بن اخطب نے عبداللہ بن ابی منافق کی جانب سے امداد کے وعدے پر آپ ﷺ کے حکم کو نہ مانا اور جدی بن اخطب کو آپ ﷺ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ہم اپنے وطن سے نہیں نکلتے، اب جو تم سے ہو سکے کر لو۔ آنخضرت ﷺ نے یہ پیغام سن کر تکبیر کہی اور فرمایا

کہ یہودیوں نے جنگ منظور کر لی ۔ زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اس قبیلہ سے جنگ کی اور جلا وطنی کی شرط پر ان سے صلح فرمائی ۔ آپ ﷺ نے انھیں شام کی طرف جلا وطن کر دیا اور اجازت دی کہ اسلحہ کے سوا جتنا سامان، اونٹ لاد سکیں وہ لے جائیں ۔ انہوں نے اپنا تمام وہ سامان جو اونٹوں پر لادا جا سکتا تھا ساتھ لے لیا، یہ لوگ اپنے گھروں کے دروازے کی چوکھٹ تک نکال کر اونٹوں پر لاد کر، ساتھ لے گئے ۔ ان کے ساتھ ڈھول باجے اور گلو کارائیں تھیں جو گاتی بجاتی جا رہی تھیں، یہ لوگ پہلے خیبر اور پھر شام چلے گئے ان کے کچھ سردار مثلاً سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن ربیع اور حی بن اخطب وغیرہ خیبر میں جا بسے۔ اس موقع پر ان کے صرف دو اشخاص یامین بن عمیر بن کعب، ابو سعد بن وہب نے اسلام قبول کیا اور اپنی املاک پر بدستور قابض رہے۔ (۲۵)

بنو نضیر میثاق مدینہ کے فریق ہونے کے باوجود قریش سے ساز باز کرتے رہتے تھے، موسیٰ بن عقبیٰ نے مغازی میں لکھا ہے، بنو نضیر قریش کے ساتھ سازشیں کرتے تھے، انھیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارتے تھے اور انھیں خفیہ خبریں دیتے تھے۔ (۲۶) قریش نے بنو نضیر کو کہلا بھیجا تھا کہ محمد ﷺ کو قتل کر دو ورنہ ہم خود آ کر تمھارا بھی استیصال کر دیں گے۔ بنو نضیر پہلے سے اسلام کے دشمن تھے، قریش کے پیغام نے ان کو اور زیادہ آمادہ کر دیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ تین آدمیوں کو لیکر آئیں، ہم بھی اپنے احبار کو لیکر آئیں گے۔ آپ ﷺ کا کلام سن کر اگر ہمارے احبار آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے، تو ہمیں کچھ عذر نہ ہوگا، لیکن روانگی کے وقت ان کی ایک خاتون نے اپنے مسلمان بھائی کی معرفت اطلاع دی کہ یہودی خنجر لے کر آ رہے ہیں اور تمہارے نبی ﷺ کے قتل کے درپے ہیں، یہ سن کر آپؐ نے وہاں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ (۲۷)

غزوہ بدر کے مقتولین کا انتقام لینے کی ابوسفیان نے نذر مانی تھی۔ چنانچہ یہ نذر پوری کرنے کی خاطر وہ دوسو، سواروں کے ہمراہ نکلا اور مدینہ کے قریب ایک جگہ پڑاوَ ڈالا، پھر تاریکی میں سلام بن شکم کے پاس پہنچا، جو اس زمانے میں بنو نضیر کا سردار اور خازن تھا، سلام نے شراب سے اس کی تواضع کی اور ادھر کے حالات سے اسے باخبر کر دیا اور اسکی آمد کو راز میں رکھا۔ (۲۸) ان کی مسلسل بدعہدیوں کی وجہ سے مدینہ میں خوف کی حالت طاری تھی۔ چنانچہ ایک صحابی نے اپنے انتقال سے قبل یہ وصیت کی کہ ان کے انتقال کی خبر آنحضرت ﷺ کو رات کے وقت نہ دی جائے، مبادا یہودی رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کو کوئی گزند پہنچائیں۔ ان حالات میں ان کے خلاف کاروائی ناگزیر ہو چکی تھی آپ ﷺ نے انکے لئے صرف اتنی سزا تجویز فرمائی کہ مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں، ان کی جانب سے انکار اور قلعہ بند ہونے پر آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمایا۔ ان کے قلعوں کے گرد نخلستان تھے، جو ان کے لئے آڑ اور کمین گاہ کا کام دے رہے تھے، جنھیں آپ ﷺ نے کاٹنے کا حکم دیا۔ اس پر انہوں نے طعنہ دیا کہ آپ ﷺ خود تو

فساد سے منع کرتے ہیں کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں۔(۲۹)

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ۔(۳۰)

گویا یہ جواب دیا کہ ان حالات میں ان درختوں کا کاٹنا فساد نہیں بلکہ بدعہد و مفسد لوگوں کی قوت کو توڑنا تھا، جو نخلستان کی اوٹ میں مسلمانوں سے برسر پیکار تھے۔محاصرے کی شدت سے مجبور ہوکر جب انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو آنحضرت ﷺ نے نہایت آسان شرائط پر ان سے مصالحت فرمائی، بہت سا سامان اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی، تو انہوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنا سامان لاد کر مدینہ خالی کر دیا۔(۳۱) وہ بڑے فخر سے نخلستان سے نکلے، جیسے انھیں اس طرح جانے کی بے حد خوشی ہوئی ہو، انکی عورتوں نے زرق برق لباس و زیورات پہنے۔نیز وہ طبل، ڈھول اور بانسریاں بجاتی، گاتی نکلیں۔(۳۲)

سید ابوالاعلیٰ مودودی بنو نضیر کے انخلاء کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔مسلسل بدعہدیوں اور سازشوں کے باعث اندیشہ تھا کہ کہیں یہ آستین کے سانپ کسی بیرونی حملہ کے وقت، مدینہ کی سلامتی کو خطرہ میں نہ ڈال دیں۔یہی نہیں بلکہ یہاں تک اندیشہ تھا کہ کہیں یہ لوگ خفیہ طریقہ سے آنحضرت ﷺ کو شہید نہ کر دیں۔ایسی حالت میں ان عہد شکن دشمنوں سے مزید چشم پوشی نہیں کی جاسکتی تھی۔مگر آنحضرت ﷺ نے پھر بھی ان کے ساتھ رعایت کی اور دفعتہً ان پر حملہ کر دینے کے بجائے محمد بن مسلمہ کے ذریعے سے ان کو یہ الٹی میٹم دیا کہ: ''تم نے میرے ساتھ غدر کیا ہے، لہٰذا تم یا تو خود دس دن کے اندر مدینہ خالی کر دو، ورنہ مجبوراً تم سے جنگ کروں گا''۔دوسری طرف عبداللہ بن اُبی سردار منافقین نے انہیں کہلا بھیجا کہ تم ہرگز نہ نکلنا ہم تمہاری مدد کریں گے چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے الٹی میٹم کا جواب یہ دیا کہ: انا لانریم دار نافاصنع مابدالك۔(ہم اپنا وطن نہ چھوڑیں گے، تمہارا جو جی چاہے کرو) اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ رسول ﷺ ان کے خلاف جنگ کرنے میں حق بجانب نہ تھے، آپ نے اتمام حجت کا پورا پورا حق ادا کر دیا تھا۔اب مجبوراً جنگ کے لئے نکلے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔قبل اس کے کہ خونریزی کی نوبت آتی صرف محاصرہ ہی کی شدت نے بنی نضیر کو بدحواس کر دیا۔انہوں نے خود ہی تجویز پیش کی کہ آپ ہمارے خون معاف کر دیں۔ہم مدینہ سے نکل کر اَذرُعات (شام) نکل

جائیں گے اور جو کچھ مال ہمارے اونٹ اٹھا سکیں گے وہ تو لے جائیں گے باقی سب کچھ یہیں چھوڑ جائینگے۔ اس شرط کو آنحضرت ﷺ نے منظور کر لیا اور بغیر کسی ادنیٰ ضرر کے بنونضیر اسلامی علاقہ سے گزر کر شام کی طرف چلے گئے"۔ (۳۳)

مولانا مودودی مزید لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ اعلان جنگ ہونے کے بعد ایسی حالت میں جبکہ ان کو آسانی کے ساتھ مغلوب کر کے پورا پورا انتقام لیا جا سکتا تھا، ان کی شرائط مان لینا اور ان کو امن وسلامتی کے ساتھ صرف اپنی جانیں ہی نہیں بلکہ اپنا مال بھی لے کر نکل جانے دینا۔ بجز رحم دلی اور صلح پسندی کے اور کسی چیز کا نتیجہ نہیں ہوسکتا تھا۔ صرف وہی شخص ایسا کر سکتا ہے جس کا مقصد خونریزی و غارت گری نہ ہو بلکہ محض دفع شر ہو"۔ (۳۴)

لکشمن جی لکھتے ہیں:

"کہ آپ ﷺ نے ایسا کریمانہ اور مشفقانہ سلوک کیا، جسکی یاد سے اب بھی انسانی اخلاق میں ایک رفعت و بلندی پیدا ہوتی ہے جنگ میں دشمنوں کو مغلوب کر لینے کے بعد کون غارت گری اور لوٹ مار سے باز رہ سکتا ہے مگر حضور ؐ نے کسی کی جان و مال سے تعارض نہیں کیا، ہتھیار اس لئے رکھ لئے گئے تھے کہ آزاد ہو کر بھی کوئی اور فتنہ برپا نہ کر دیں"۔ (۳۵)

بنوقریظہ کا قتل:

یہود مدینہ کا تیسرا بڑا قبیلہ بنوقریظہ تھا، اس سے دو مرتبہ معاہدہ ہوا تھا، ایک میثاق مدینہ اور دوسرا معاہدہ جو بنونضیر سے جنگ کے موقع پر ان کے ساتھ ہوا تھا، لیکن غزوہ احزاب میں حی بن اخطب نضری ان کے پاس آیا اور انھیں آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں قریش وغطفان کے ساتھ تعاون پر آمادہ کرنے لگا، بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد نے جواب دیا۔ فانی لم ارفی محمد الا صدقا ووفاء (میں نے محمد ﷺ سے صدق و وفا کے علاوہ کوئی بات نہیں دیکھی) (۳۶) حی بن اخطب کا اصرار بڑھتا رہا، آخر حی نے یہ وعدہ کیا کہ قریش وغطفان مسلمانوں کو تباہ کیے بغیر لوٹ گئے، تو میں تمہارے ساتھ محصور ہو جاؤں گا اور تمہاری مصیبت میں شریک رہوں گا۔ (۳۷) کچھ پس و پیش کے بعد بنوقریظہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے انکے حلیف قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ ؓ کے ساتھ کچھ صحابہ کرام ؓ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ جنہیں قرظی سردار کعب بن اسد نے صاف جواب دے دیا کہ رسول اللہ ﷺ کون؟ محمد کیہے اور ان کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ

نہیں۔من رسول اللّٰہ؟۔۔۔لا عهد بيننا و بين محمدؐ۔ (۳۸)

یہ جواب پا کر صحابہ کرامؓ واپس چلے آئے اور آپ ﷺ کو صورتحال اشارے سے بتا دی، اس کے بعد بنو قریظہ عملی طور پر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو گئے، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب، حضرت حسانؓ بن ثابت کے ساتھ فارع نامی قلعہ میں مسلم خواتین کے ساتھ تھیں۔حضرت حسانؓ بھی وہیں تھے، حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ انھیں ایک یہودی قلعہ کے پاس منڈلاتا نظر آیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا معاہدہ توڑ کر آپ ﷺ کے خلاف بر سر پیکار ہو چکے تھے اور ان سے ہماری حفاظت کے لیے کوئی موجود نہ تھا۔رسول اللہ ﷺ مسلمانوں سمیت دشمن فوج کے بالمقابل تھے، اگر ہم پر کوئی حملہ ہو جاتا، تو آپ ﷺ مدد کے لیے نہیں آ سکتے تھے۔حضرت صفیہؓ نے حضرت حسانؓ کو اس یہودی کے مقابلے پر جانے کو کہا، مگر پھر خود قلعہ سے اتر کر اس یہودی کا سر کچل کر قتل کر دیا، جس سے یہودیوں کو پھر اس طرف آنے کی جرات نہ ہوئی (۳۹) البتہ وہ دشمن فوج کے ساتھ عملی تعاون کے طور پر سامان رسد پہنچاتے تھے، حتیٰ کہ مسلمانوں نے انکی رسد کے بیس اونٹ پکڑ لیئے تھے۔ابوسفیان کو جب معلوم ہوتو کہنے لگا حیٔ بہت منحوس ہے اس نے وہ جانور بھی گنوائے جو واپسی پر سامان لے جانے کے کام آتے۔ إن حييا لمشسئوم، فطع بنا نجد مانحمل عليه اذا رجعنا۔(٤٠)

مسلمان اس وقت نہایت نازک صورتحال سے دوچار تھے، عقب میں بنو قریظہ تھے، جن کا حملہ روکنے کے لئے کوئی نہ تھا، سامنے مشرکین کا لشکر جرار تھا جنھیں چھوڑ کر ہٹنا ممکن نہ تھا، پھر مسلم خواتین اور بچے بغیر کسی حفاظتی انتظام کے یہودیوں کے قریب ہی تھے، سخت اضطراب کی کیفیت تھی۔

جس کا منظر اس آیت میں پیش ہوا ہے:

إِذْ جَاؤُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتْ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا۔ (۴۱)

ابن سعد نے لکھا ہے:

''رسول اکرم ﷺ نے سلمہ بن اسلم کو دوسو آدمیوں کے ہمراہ زید بن حارثہ کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجتے رہتے تھے، جو مدینہ کی حفاظت کرتے تھے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے، کیونکہ بچوں (اور عورتوں) پر بنو قریظہ کی طرف سے اندیشہ تھا۔عباد بن بشر مع دوسرے انصار کے آپؐ کے خیمے کی حفاظت پر تھے جو تمام رات پاسبانی کیا کرتے تھے''۔(۴۲)

''مسلمانوں پرخوف و پریشانی کی حالت میں پچیس دن گزر گئے، تو ایک رات ایسی سخت آندھی چلی، جس سے کفار کے لشکر کے چولھے بجھ گئے، خیمے اکھڑ گئے، گھوڑے چھوٹ کر بھاگنے لگے، سردی اور تاریکی نا قابل برداشت ہوگئی، جس سے سارا لشکر بے نیل و مرام واپس لوٹ گیا اور مسلمان بحفاظت مدینہ چلے آئے۔(۴۳)

اب بنوقریظہ کے معاملہ کو حل کرنا تھا، اسکے متعلق حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

''بنوقریظہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین پہلے معاہدہ تھا، جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو بنو قریظہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے، اللہ تعالیٰ نے ان احزاب کو شکست دی، تو بنوقریظہ اپنے قلعوں میں محصور ہوگئے۔ جبریلؑ امین فرشتوں کی ایک کثیر جماعت ساتھ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً بنی قریظہ کی طرف چلئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو پہلے روانہ فرمایا، جب وہ وہاں پہنچے تو یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انتہائی غیر اخلاقی الفاظ استعمال کئے۔(۴۴) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کرلیا، جو پچیس روز تک جاری رہا۔آخر مجبور ہو کر آپؐ کا فیصلہ ماننے پر آمادہ ہوئے۔جس طرف خزرج اور بنونضیر میں حلیفانہ تعلقات تھے، اسی طرح اوس بنوقریظہ کے حلیف تھے۔اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو قریظہ کے متعلق بات کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ تمہارا ہی ایک شخص کردے۔انہوں نے کہا سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کردیں وہ ہمیں منظور ہے۔(۴۵)

طبری کی روایت ہے:

''بنوقریظہ نے کہا تھا کہ ہم اس شرط پر ہتھیار ڈالتے ہیں کہ سعد بن معاذ ہمارا فیصلہ کریں، جسے رسول اللہؐ نے قبول فرما لیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو بلا کر اشارہ فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے۔سعدؓ نے یہ فیصلہ سنایا کہ انکے قابل جنگ مرد قتل کردیئے جائیں، عورتیں و بچے قید کر کے لونڈی، غلام بنا لیے جائیں اور انکا تمام مال و جائیداد مسلمانوں میں تقسیم ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔(۴۶)

بنوقریظہ کے لیے حضرت سعدؓ کا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق یعنی تورات کے عین مطابق تھا، جس پر یہودیوں کا ایمان تھا۔

کتاب مقدس میں ہے:

''جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا، اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب

مردوں کو قتل کیا۔۔۔اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور اُن کے بچوں کو اسیر کیا اور اُن کے چوپائے، بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور انہوں نے سارا مالِ غنیمت سب اسیر کیا، انسان اور کیا حیوان، ساتھ لئے''۔(۴۷)

کتابِ مقدس میں مزید لکھا ہے:

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اسکے نزدیک پہنچے، تو پہلے سے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے، اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے، تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کریں۔ بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے، تو اسکا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے، تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں اور بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا، تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو، جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہو کھانا''۔(۴۸)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''بنوقریظہ کے متعلق مخالفین اسلام نے بڑے زور کے ساتھ ظلم و بے رحمی کا اعتراض کیا، لیکن واقعات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں آکر انکے ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا، جس میں ان کو مذہب کی پوری آزادی دی گئی اور جان و مال کی حفاظت کا اقرار کیا گیا۔

۲۔ بنوقریظہ رتبہ میں بنونضیر سے کم تھے یعنی بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اسکو صرف آدھا خون بہا دینا پڑتا، بخلاف اسکے بنوقریظہ پورا خون بہا ادا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بنوقریظہ پر یہ احسان کیا کہ انکا درجہ بنونضیر کے برابر کر دیا۔

۳۔ آنحضرت ﷺ نے بنونضیر کی جلا وطنی کے وقت بنوقریظہ سے دوبارہ تجدید معاہدہ کی۔

۴۔ باوجود ان باتوں کے عہد شکنی کی اور جنگ احزاب میں شریک ہوئے۔

۵۔ ازواج مطہرات قلعہ میں حفاظت کے لئے بھیج دی گئی تھیں ان پر حملہ کرنا چاہا۔

۶۔ حی بن اخطب جو بغاوت کے جرم میں جلا وطن کر دیا گیا تھا، جس نے تمام عرب کو برانگیختہ کر کے جنگ احزاب قائم کر دی تھی، اس کو اپنے ساتھ لائے، جو آتش جنگ کے اشتعال کا دیباچہ تھا۔

ان حالات میں بنوقریظہ کے ساتھ اور کیا سلوک کیا جا سکتا تھا۔(۴۹)

حضرت سعدؓ کا یہ فیصلہ انتہائی عدل و انصاف پر مبنی تھا، کیونکہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کی موت و زیست کے نازک ترین لمحات میں خطرناک بدعہدی کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کے خاتمے کے لئے ڈیڑھ ہزار تلواریں، دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں مہیا کر رکھی تھیں، جن پر فتح کے بعد مسلمانوں نے قبضہ کیا۔(۵۰)

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

''پروفیسر وینسنک نے (جو غالباً یہودی تھا) یہ معقول سوال کیا ہے کہ بنو نضیر کے ساتھ رعایت کے تلخ تجربے کے بعد بنو قریظہ کی قوت بھی انہی مخالفین کی طاقت میں اضافے کے لیے چھوڑ دی جا سکتی تھی، مگر آنحضرت ﷺ نے پھر بھی نرمی دکھائی اور فرمایا کہ ان یہودیوں ہی کے ایک سابق دوست اور حلیف کو سرپنچ ٹھہرایا جائے، وہ جو بھی فیصلہ کرے اسے نافذ کیا جائے۔ اگر بنو قریظہ خود آنحضرت ﷺ کو حکم بناتے تو شاید رحمتہ للعالمین کا مظاہرہ ہوتا۔ بہر حال ان سرپنچ نے بھی کوئی خاص سختی نہ کی، صرف یہ حکم دیا کہ توریت میں حضرت موسیٰؑ کو مغلوب دشمن سے برتاؤ کا جو حکم دیا گیا ہے، وہی عمل میں لایا جائے، گویا یہودی اپنے دشمنوں سے جو برتاؤ کرتے ہیں وہی برتاؤ ان سے کیا جائے''۔(۵۱)

کیرن آرم سٹرانگ اس بارے میں لکھتی ہیں:

''محاصرے کے دوران مسلمان یقینی تباہی سے بچے، بنو قریظہ نے مدینہ کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اگر انہیں چھوڑ دیا جاتا تو خیبر میں آباد یہودیوں سے مل کر دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہوتے اور شاید اگلی مرتبہ قسمت مسلمانوں کا ساتھ نہ دیتی''۔

"The muslim ummah had narrowly escaped extermination at the siege and emotions were naturally high, Qurayzah had nearly destroyed Madinah if Muhammad had let them go, they would at once have swelled the Jewish opposition at Khyber and have organised another offensive against Madinah: The next time muslims might not be so lucky". (52)

یہی بات محمد حسین ہیکل نے لکھی ہے:

''اگر بنو قریظہ مذکورہ سازشوں کے محرک نہ ہوتے، تو ان سے مسلمانوں کے الجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔۔اسکی وجہ سے انکے حلیف سعد بن معاذؓ کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ اگر ان کو زندہ چھوڑ دیا گیا، تو کل یہ پھر تمام عرب کو اکسا بھڑکا کر مدینہ منورہ پر یلغار کروا دیں گے۔ اس لئے سعدؓ نے

یہ فیصلہ کیا جو بظاہر ناگوار نظر آتا ہے، لیکن سعدؓ کی دانست اور یقین کے مطابق یہود کو زندہ رکھنا، مسلمانوں کی نسل کو ختم کروانے کے مترادف تھا''۔(۵۳)

ان حقائق کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کے یہود کے خلاف تمام اقدامات نہایت مناسب اور ضروری نظر آتے ہیں۔

بنوقریظہ کے طرزِ عمل کو عصر حاضر کے بین الاقوامی قوانین کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انہوں نے باوجود نبی کریم ﷺ سے دو بار معاہدہ کرنے کے، عین اس وقت معاہدے کی خلاف ورزی کی، جب نبی مہربانؐ بیرونی حملہ آوروں سے نبرد آزما تھے۔ معاہدے کے مطابق بنوقریظہ کو مدینہ پر بیرونی حملہ کی صورت میں مسلمانوں سے مل کر دفاع کرنا تھا۔ بنوقریظہ دفاعِ مدینہ کے لئے نبی کریم ﷺ کے ہمرکاب نہ ہوئے بلکہ عین حالتِ جنگ میں اندرونی خلفشار، بے چینی اور بدامنی کو فروغ دینے میں ملوث ہوئے اور اس عمل کی وجہ سے معاہدے کی شقوں کو سبوتاژ کیا۔

میثاق ویانا برائے قانون معاہدات 1969ء میں اس بات کو تسلیم کیا گیا، کہ اگر ایسا معاہدہ جس میں اُس کے ختم ہونے یا واپس لینے کی کوئی شق موجود نہ ہو، اُس وقت تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک:(الف) یہ طے نہ ہوجائے کہ فریقین اس معاہدے کو ختم یا واپس کرنے کا اقرار یا نیت نہ کرلیں۔ (ب) معاہدے کے مفہوم کی رو سے یہ حق تفویض کیا گیا ہو تو معاہدہ ختم یا واپس کیا جاسکتا ہے۔

> A treaty which contains no provision regarding its termination and which does not provide for denunciation or withdrawal is not subject to denunciation or withdrawal unless: a) It is established that the parties intended to admit the possibility of denunciation or withdrawal; or )A right of denunciation or withdrawal may be implied by the nature of the treaty". (54)

جبکہ بنوقریظہ نے حیی ابن اخطب کے بھڑکانے پر اعلانیہ معاہدہ توڑ دیا۔ چنانچہ اب اس معاہدے کا کوئی قانونی جواز یا اخلاقی حیثیت نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ اس معاہدے پر عمل کرنے کے پابند نہیں تھے۔

میثاق ویانا کے آرٹیکل 60 کیمطابق، معاہدے کے ٹوٹ جانے کی صورت میں، اُس کے ختم ہونا یا معطل ہونے کی ممکنہ صورتیں درج ذیل ہیں۔

> Article-60:Termination of suspension of the operation of the Treaty as a consequence of its breach.

1-A Material of a bilateral Treaty by one of the parties entitles others to invoke breach as a ground for termination of the Treaty or suspending its operation in whole or in part.

2-A Material breach of a multilateral Treaty by one of the parites entitles:

(B) A party specifically effective by the breach to invoke it as a ground for suspending the operation of Treaty in the whole or in part in the relation between itself and defaulting state;

(C) Any party other than the defaulting state invoke the breach as a ground for suspending the operation of the Treaty in the whole or in part with respect to itself if the Treaty is of as such a character that the material breach of its provisions by one party radically changes the position of every party with the respect to furthure performance of its obligation under Treaty.(55)

میثاقِ ویانا کی درج بالا دفعات کو مدنظر رکھتے ہوئے، نبی کریم ﷺ کی بنوقریظہ کے خلاف کاروائی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ معاہدہ توڑنے کی صورت میں آپ کے کیے گئے اقدامات، آج کی مہذب اقوام کے معاہدات کے تناظر میں بھی درست اور مبنی برحق ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی بنوقریظہ کے خلاف ہونے والی کاروائی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت ﷺ نے ان پر حملہ کر کے عہد شکنی کی ہے مگر دوسرا الزام یہ باقی رہ جاتا ہے کہ ان کے ساتھ انتقام بہت سخت لیا گیا۔ مگر اس کو سختی اور سنگِ دلی سے تعبیر کرنے سے پہلے چند امور کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

۱۔ بنوقریظہ اور ان کے ہم قوم بنونضیر کی بدعہدیوں کو دیکھ کر یہ ناممکن تھا کہ ان سے ازسرِنو کوئی معاہدہ کیا جاتا اور یہ توقع قائم نہیں کی جاسکتی تھی کہ پھر کسی نازک موقع پر وہ اسے نہیں توڑ دیں گے۔

۲۔ ان کے قلعے مدینہ سے بالکل متصل تھے اور اس صریح غداری کے بعد ان کے اتنے قریب رہنے سے ہر وقت خطرہ تھا کہ کب کسی دشمن کو عین مسلمانوں کے گھروں پر چڑھا لائیں۔

۳۔ ان کو جلاوطن بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، کیونکہ ان سے پہلے ان کے بھائی بنونضیر کو جلاوطن کرنے کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں سے دور بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ جنگ کی تیاریاں کیں اور فوجیں جمع کر کے مدینہ پر چڑھ آئے۔

۴۔ ان باتوں کے باوجود آنحضرت ﷺ نے خود ان کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کی بلکہ ان کی مرضی اور اتفاق سے ایک ایسے شخص کو حکم بنایا جو خود ان کا پشینی حلیف تھا۔

۵۔ ثالثی اور پنچایت کے متعلق یہ تمام دنیا کا مسلمہ قانون ہے کہ جب فریقین کے اتفاق سے کوئی شخص حکم، ثالث یا پنچ بنایا جائے تو جو فیصلہ وہ کردے اس کی پابندی فریقین پر لازم ہوتی ہے۔

۶۔ سعد بن مُعاذ ؓ نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ تورات کے احکام کے مطابق تھا۔ اس لئے کسی یہودی نے اس کے خلاف ایک لفظ نہ کہا۔

۷۔ ان میں سے صرف وہ مرد قتل کیے گئے جو ہتھیار اُٹھانے کے قابل تھے۔ کیونکہ انھیں سے جنگ وغدر کا اندیشہ تھا۔ باقی رہیں عورتیں اور بچے تو اُن کے سربراہوں کے قتل ہوجانے کے بعد ان کی پرورش کا بجز اس کے اور کیا وسیلہ ہوسکتا تھا کہ مسلمان خود ان کے کفیل بنتے۔(۵۶)

حافظ غلام سرور بنوقریظہ کو دی جانے والے سزا کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''اس سزا کے خلاف کوئی شکایت نہیں کرسکتا، غداروں کو ہمیشہ سزا دی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ معافی مانگیں اور حالات معافی دیئے جانے کا جواز مہیا کرتے ہوں۔ تاریخ انسانی کی ابتداء سے ہے، کہ غداروں، جاسوسوں کے لئے عام معافی نہیں ہوتی۔ غدار جانتے ہیں کہ وہ کیا کررہے ہیں نیز یہ بھی جانتے ہیں کہ پکڑے گئے، تو ان کا مقدر کیا ہوگا۔ غداروں کو معافی دی جائے، تو سب حکومتوں کے اندر غدار پیدا ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسی حکومت نہیں جو ہر شخص کو مطمئن کرسکتی ہو''۔

"No one can complain of the justice of this sentence. Traitors are always executed unless they ask pardon and circumstances justify the pardon being granted. That has been the history of mankind from its creation till today, There is no free pardon for traitors and spies. The traitor and the spy know what they are doing and what their fate would be if they are caught. They cannot complain of the very thing they are after, namely, death. It is the traitor's desire to kill his former ruler and it is the ruler's business (if not his duty) to kill the traitor. Otherwise, there can be no peace in this world. For, if traitors knew beforehand that they were going to be pardoned, all

governments would have rebellions on their hands. There is no form of government which can satisfy everybody". (56)

## خلاصۂ بحث:

الغرض آنحضرت ﷺ تو ساری انسانیت کے بہی خواہ تھے، آپ ﷺ کی انتہائی خواہش انسانی معاشرے میں قیام امن تھی، جہاد وقتال صرف متحارب قوتوں کے خلاف آخری چارے کے طور پر تھا، اس میں عورتوں، بچوں اور معذور وغیرہ مستثنیٰ تھے، قیام امن ومصالحت کی ہر کوشش کو آپ ﷺ قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیاۃ طیبہ میں، جس قدر معاہدے فرمائے، سب کا ایفاء کیا، غیر مسلم اقوام کے ساتھ کئے گئے معاہدے کی نہ صرف خود پابندی فرمائی بلکہ امت کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا کہ تمام انسان اسلام قبول کریں مگر جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور اپنے مذاہب پر قائم رہتے ہوئے مصالحت پر آمادہ ہوئے، آپ ﷺ نے بخوشی قبول فرمایا۔ آپ ﷺ نے معاہدین واہل الذمہ کے ساتھ ہمیشہ رواداری کا معاملہ فرمایا۔ میثاق مدینہ میں شامل یہود کو جان و مال اور آبرو وعقیدہ کے تحفظ کی ضمانت دی، نجران کے انصاریٰ کو معمولی جزیہ کے عوض مکمل تحفظ کا وثیقہ عطا فرمایا۔ ان کے علاوہ بہت سے غیر مسلم قبائل کے ساتھ مصالحتی معاہدات میں جان و مال اور مذہب وعقیدے میں عدم مداخلت کی ضمانت دی، مدینہ طیبہ میں یہودی قبائل کی بہت سی بدعنوانیوں پر آپ ﷺ تحمل اور درگزر سے کام لیتے تھے۔ خیبر کے یہود کو فتح کے بعد وہیں رہنے کی اجازت دی، پھر انکی کئی بداطواریوں پر عفو ودر گزر کا معاملہ فرمایا، حتیٰ کہ دشمنوں تک کو معاف کر دیا۔ عدالتی فیصلوں میں ان کے ساتھ مکمل عدل وانصاف کا برتاؤ ہوتا تھا، آپ ﷺ نے ایک معاہد کے قتل پر مسلمان قاتل سے قصاص لیا۔ اسی طرح قتل خطا کی صورت میں مقتولین کے ورثاء کو دیت عطا فرمائی، ان کے مذہبی معاملات میں آپ ﷺ نے ہمیشہ عدم مداخلت کا رویہ اپنایا، قبول اسلام میں کسی جبر سے کام نہیں لیا گیا، حتیٰ کہ نجران کے نصاریٰ کو مسجد میں اپنی عبادت کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ غیر مسلم اگرچہ آپ ؐ کی ذات پاک اور دین اسلام سے نفرت کرتے تھے، مگر آپ ﷺ نے اہل کتاب کے مذہبی رہنماؤں اور مقدس کتابوں کے احترام کی تاکید فرمائی۔ کسی کی مذہبی دل آزاری سے منع فرمایا، آپ ﷺ کے اسوہ کی برکت سے مسلم امہ اب تک مذہبی اقلیتوں کے ساتھ عمومی طور پر عدم تعصب اور مذہبی رواداری کا برتاؤ کرتی ہے۔

# حوالہ جات وحواشی


(۱) آل عمران:۶۴

(۲) العنکبوت:۴۶

(3) Lane-Poole, Stanley, The Prophet and Islam, National Book Society, 8 Mcleod Road, Lahore, 1959, P-26

(۴) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، مترجم، پروفیسر، خالد پرویز، بیکن بکس، لاہور، ملتان، ۲۰۰۵ء، ص:۲۱۶۔۲۱۹

(5) Draycott, G. M., Mahomet: Founder of Islam, Dood, Mead & Company, New Yark, U.S.A, 1916, P-177

(6) Sell, Canon, Life of Muhammad, Chiristian Literacy Society, London, 1913, P:160/61

(7) Ibid, P:178-79

(8) Pike, E. Roystan, Muhammad, the Founder of New Religion of Islam, Weifden Feld & Nicolson (Edu), London, U.K, 1962, P:49

(9) Muhammad, Founder of the religion of Islam, P:66

(10) Jhonstone, P. De Lacy, Muhammad and his power, Charles scribers's New Yark, 1901, P:117

(11) Rogerson, Barnaby, The Prophet Muhammad, Little Brown, London, U.K, 2003, P:66

(۱۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء، ص:۳/۵۳

(۱۳) حلبی، علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیۃ، فی سیرۃ الامین والمامون، دارا لمعرفہ، بیروت، لبنان، ص:۲/۴۷۵

(۱۴) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۳/۵۴

(۱۵) دحلان، احمد بن زینی، السیرۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء، ص:۲/۱۲۔۱۳

(۱۶) انفال:۵۸

(۱۷) طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک، مترجم سید محمد ابراہیم، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص:۲/۱۶۱۔۱۶۲

(۱۸) حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص:۲۵۱

(۱۹) لکشمن، پرشاد سوامی، عرب کا چاند، دارالکتب، سلیمانی روڑی، ضلع حصار، پنجاب، انڈیا، س۔ن، ص:۲۶۹

(20) Muhammad: A Biography of Prophet, P:175

(21) United Nations Charter, Article 2, Sub Article, 2.4, Published by United Nations Organisation

(۲۲) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، مترجم، پروفیسر، خالد پرویز، ص:۵۹۲

(۲۳) طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک، مترجم، سید محمد ابراہیم، ص:۲/۲۰۳

(۲۴) ماخوذ، حلبی، علی بن برهان الدین، السیرۃ حلبیۃ، ص:۲/ ۵۵۹۔۵۶۰

(۲۵) طبری، تاریخ الامم والملوک، مترجم سید محمد ابراہیم، ص:۲/ ۲۰۵

(۲۶) عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ص:۷/۳۳۲

(۲۷) حلبی، علی بن برهان الدین، السیرۃ الحلبیۃ، ص:۲/ ۵۶۰

(۲۸) شیخ، محمد رضا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مترجم محمد عادل قدسی، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، س۔ن، ص:۳۵۷

(۲۹) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۳/۲۱۲

(۳۰) الحشر:۵

(۳۱) ابن، سعد، طبقات الکبری، مترجم، علامہ عبداللہ عمادی، نفیس اکیڈمی کراچی، س۔ن، ص:۱/۲۹۱

(۳۲) ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن کثیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۳/ ۱۴۷۔۱۴۸

(۳۳) مودودی، سید، ابوالاعلیٰ، یہودیت قرآن کی روشنی میں، مرتبین، نعیم صدیقی، عبدالوکیل علوی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص:۳۶۷

(۳۴) ایضاً، ص:۳۶۸

(۳۵) عرب کا چاند، ص:۳۲۰

(۳۶) حلبی، برهان الدین، السیرۃ الحلبیہ، ۲/ ۶۳۸

(۳۷) شیبانی، ابن اثیر، تاریخ الکامل، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء، ص:۲/۱۸۰

(۳۸) حلبی، برهان الدین، السیرۃ الحلبیۃ، ۲/ ۶۳۸

(۳۹) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۳/۲۵۲

(۴۰) حلبی، علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیۃ، ص:۲/ ۶۴۷

(۴۱) الاحزاب:۱۰

(۴۲) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، مترجم، علامہ عبداللہ العمادی، ص:۱/ ۲۹۹

(۴۳) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، مترجم، حکیم احمد حسین الہٰ آبادی، نفیس اکیڈیمی، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص:۱/ ۱۲۲

(۴۴) السیرۃ حلبیۃ، ص:۲/ ۶۵۹

(۴۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ﷺ، ص:۳/ ۲۶۳

(۴۶) طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک، مترجم سید محمد ابراہیم، ص:۲/ ۲۲۸

(۴۷) (کتاب مقدس) گنتی، ۳۱:۱۲۔۷

(۴۸) (کتاب مقدس) استثناء، ۲۰:۱۵۔۱۰

(۴۹) شبلی نعمانی/ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبویۃ ﷺ، ص:۱/ ۲۶۴

(۵۰) الرحیق المختوم، ص:۳۰۔۴۲۹

(۵۱) حمیداللہ، ڈاکٹر، جہادِ اسلامی، ماہنامہ بیداری، حیدرآباد، شمارہ، اپریل ۲۰۰۴ء، ص:۲۶

(52) Muhammad: A Biography of a Prophet, P:208

(۵۳) ہیکل، محمد حسین، حیات النبی ﷺ، مترجم محمد مسعود عبدہٗ، ص:۵۳۶

(54) Vienna Convention on the Law of Treaties, 1969, Article:56, Sub. Article:1

(55) Vienna Convention on the Law of Treaties 1969, Done at Vienna on 23rd May, 1969. Entered into force on 27th January, 1980. United Nations, Treaty Servies, Vol., 1155, P:331

(۵۶) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، یہودیت قرآن کی روشنی میں، مرتبین، عبدالوکیل علوی، نعیم صدیقی، ص:۲۷۷۔۲۷۸

(57) Ghulam Sarwar, Hafiz, Muhammad: The Holy Prophet, Sh. Muhammad Ashraf, Kashmiri Bazar, Lahre, 1974, P:247.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆